قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

سوموار 19 اکتوبر 2020ء | 01 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:247

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔

(سورۃ القلم: 5)

ترجمہ: اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

آنحضرت ﷺ کی سیرت اگر بیان کرنی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن آج کل ہوتا کیا ہے؟ خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان میں ان جلسوں کو سیرت سے زیادہ سیاسی بنا لیا جاتا ہے، یا ایک دوسرے مذہب پہ یا ایک دوسرے فرقے پہ گند اچھالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جو کوئی جلسہ یہ لوگ کرتے ہیں، اس میں یہ نہیں ہوا کہ سیرت کے پہلو بیان کر کے صرف وہیں تک بس کر دیا جائے بلکہ ہر جگہ پر جماعت احمدیہ کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر بے انتہا بیہودہ اور لغو قسم کی باتیں کی جاتی ہیں اور آپؑ کی ذات کو تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں ربوہ میں ہی مولویوں نے بڑا جلسہ کیا، جلوس نکالا۔ اور وہاں کی جو رپورٹس ہیں اس میں صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جلسہ سیاسی مقصد کے لئے اور احمدیوں کے خلاف اپنے بغض و عناد کے اظہار کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ تو اس قسم کے جو جلسے ہیں ان کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات تو وہ بابرکت ذات ہے کہ جب آپؐ آئے تو رحمۃ للعالمین بن کے آئے۔ آپؐ تو دشمنوں کے لئے بھی رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔

ایک صحابیؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مجھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع ملا تو اس میں آپؐ یہی دعا مستقل کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو بخش دے اور عقل دے۔

(سنن النسائی کتاب الافتتاح باب تردید الآیۃ)

لیکن آج کل کے مُلّاں اس اسوہ پہ عمل کرنے کی بجائے کیا کر رہے ہیں؟ قادیانیوں کے خلاف (جو ان کی زبان میں قادیانی کہلاتے ہیں) یعنی ہم احمدیوں کے خلاف جو گندی زبان استعمال کی جا سکتی ہے کی جاتی ہے اور الزامات لگائے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا اسوہ تو یہ تھا کہ ایک صحابیؓ کے جنگ کے دوران دشمن پر غلبہ پا کے اُسے قتل کر دینے پر جبکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے دل چیر کر دیکھا تھا؟ اور اتنا شدت سے اظہار کیا کہ انہوں نے خواہش کی کہ کاش مَیں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب علی ما یقاتل المشرکون حدیث نمبر 2643)

لیکن ان کے عمل کیا ہیں؟ بالکل اس کے الٹ۔ بہرحال یہ تو ان کے عمل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے تسلسل میں کیا فرماتے ہیں، مَیں آگے پیش کرتا ہوں۔ فرمایا کہ محض تذکرہ آنحضرت ﷺ کا عمدہ چیز ہے۔ ’’اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپؐ کی اتباع کے لئے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 159 حاشیہ۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ 13/ مارچ 2009ء)

اس شمارہ میں

- غیرتِ اسلامی کو اپیل (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- آج کی دعا

فرمانِ رسول ﷺ

عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ جُبَیۡرِ بۡنِ مُطۡعِمٍ، عَنۡ أَبِیۡهِ۔ رضی اللہ عنہ۔ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ’’ لِی خَمۡسَةُ أَسۡمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحۡمَدُ، وَأَنَا الۡمَاحِی الَّذِی یَمۡحُو اللّٰهُ بِیَ الۡکُفۡرَ، وَأَنَا الۡحَاشِرُ الَّذِی یُحۡشَرُ النَّاسُ عَلَی قَدَمِی، وَأَنَا الۡعَاقِبُ‘‘

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد، احمد اور ماحی ہوں (یعنی مٹانے والا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میری پیروی میں لوگوں کا حشر ہوگا اور میں آخر میں آنے والا ہوں میرے بعد کوئی (مستقل) نبی نہیں ہوگا۔

(بخاری کتاب المناقب بَابُ مَا جَاءَ فِی أَسۡمَاءِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

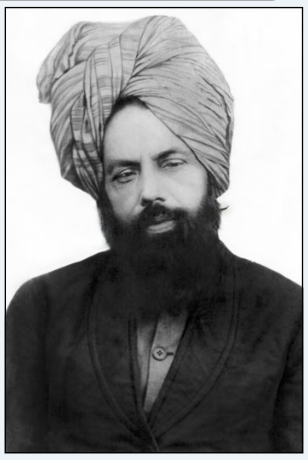

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان اور معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپ کے قول یا آپ کے فعل یا آپ کی دعا سے ظہور میں آئے اور ایسے معجزات شمار کے رو سے قریب تین ہزار کے ہیں۔ اور دوسرے وہ معجزات ہیں جو آنجناب کی امّت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے نشانوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گذری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں۔ چنانچہ اس زمانہ میں اس عاجز کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ یہ نشان دکھلا رہا ہے۔ ان تمام نشانوں سے جن کا سلسلہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوتا۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمّتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں مگر یہ اُمّت ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہٰذا اس اُمّت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں۔ لہٰذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے ان قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خود ان نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے گئے۔ اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اس کامل اور مقدس کے نشان دکھلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے اور اس زمانہ میں مسیح موعود کے نام سے مجھے بھیجا ہے۔ دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔‘‘

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 154 تا 157 حاشیہ)

دربارِ خلافت

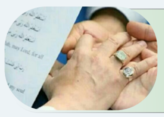

حدیث قدسی لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ کی صحت اور حقیقی تشریح نیز پاکستان میں میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء میں فرماتے ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قدسی ہے کہ لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مَیں تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا پیدا نہ کرتا۔ یہ زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ (الموضوعات الکبریٰ لِمُلّا علی القاری صفحہ 194حدیث نمبر 754 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

گومسلمانوں کا ایک بڑا حصہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرتا ہے لیکن ہمیں اس زمانہ کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاشقِ صادق نے اس حدیث کی صحت کا علم دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقام کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ آپؐ تا قیامت تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے کہ آپ کی اتباع سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پاتا ہے۔ آپؐ کو وہ مہر نبوت عطا ہوئی ہے جو تمام سابقہ انبیاء پرثبت ہو کر ان انبیاء کے نبی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ آپؐ کو وہ مقامِ خاتم النبیین ملا ہے جس کے اُمّتی کو بھی نبوت کا درجہ ملا اور آپؐ کا اُمّتی اور عاشق صادق ہونا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح ومہدی کو نبوت کا مقام دلا گیا۔ آپؐ کا قربِ خداوندی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں فرمایا ہے کہ دَنٰی فَتَدَلّٰی (النجم: 9)۔ یہ اللہ تعالیٰ سے قرب کی انتہا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’(یہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی طرف ہو کر نوعِ انسان کی طرف جھکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اس کمال میں آپؐ کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔ ایک صعود (یعنی بلندی کی طرف جانا)۔ دوسرا نزول۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تو آپؐ کا صعود ہوا یعنی خدا تعالیٰ کی محبت اور صدق و وفا میں ایسے کھینچے گئے کہ خود اس ذاتِ اقدس کے دُنُوّ کا درجہ آپؐ کو عطا ہوا۔ دُنُوّ، اَقۡرَب سے زیادہ اَبۡلَغ ہے۔ اس لئے یہاں یہ لفظ اختیار کیا‘‘۔ (یعنی دُنُوّ، قرب کی نسبت زیادہ انتہائی اور وسیع معنی دیتا ہے۔قرب میں تو صرف قربت کا تصور پیدا ہوتا ہے لیکن دُنُوّ میں اتنا قرب ہے، یعنی کہ ایک ہو جانا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ) جب اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات سے آپؐ نے حصہ لیا تو پھر بنی نوع پر رحمت کے لئے نزول فرمایا۔ یہ وہی رحمت تھی جس کا اشارہ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء: 108) میں فرمایا ہے (کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ بنا کر)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم قاسم کا بھی یہی سرّ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور پھر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پس مخلوق کو پہنچانے کے واسطے آپؐ کا نزول ہوا۔ اس دَنٰی فَتَدَلّٰی میں اسی صعود اور نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عُلوّ مرتبہ کی دلیل ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 356 مطبوعہ ربوہ)

پس آپؐ کے نزول سے جو نئے زمین و آسمان پیدا ہوئے، جس میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا قرب پا کر انسانوں کی نجات اور خدا تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام بھی حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا مقام عطا فرمایا۔ آپؐ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ افلاک بھی خدا تعالیٰ کے آپ سے خاص پیار کے نتیجہ میں آپؐ کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی علوِّ شان کے لئے ہم اس حدیثِ قدسی کو صحیح تسلیم نہ کریں۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آنحضرت ﷺ کے اس مقام کو پہچانا ہے۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ میں کیا مشکل ہے؟ قرآنِ مجید میں ہے خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرۃ: 30)، زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے۔ تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں؟...‘‘۔ (اگر زمین میں سب کچھ عام انسانوں کے لئے ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص آدمیوں کے لئے افلاک کی پیدائش بھی کر سکتا ہے)۔ فرمایا کہ ’’... دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشاء کا خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کام لے۔ اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں، سورج، چاند، ستارے وغیرہ‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 213۔ جدید ایڈیشن۔مطبوعہ ربوہ)

یعنی جس پر انسان کا تصرف نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب انسان کے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ چیزیں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کام کر رہی ہیں۔ ماضی میں بھی کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شق القمر کا واقعہ ہوا۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ دنیا نے دیکھا۔

بقیہ صفحہ 8 پر

غیرتِ اسلامی کو اپیل

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں اُٹھتا ہے مرے سَو سَو اُبال

اس قدر کِین و تعصُّب بڑھ گیا
جس سے کچھ ایماں جو تھا وہ سڑ گیا

کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا
جس کے باعث سے تمہارا نام تھا

(حقیقۃ الوحی صفحہ 119مطبوعہ 1907ء)

توبہ سے عذاب ٹل جاتا ہے

کیا تضرُّع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب
کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھ کو شِتاب

اے عزیزو! اس قدر کیوں ہو گئے تم بے حیا
کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 119مطبوعہ 1907ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں معاذؓ اور عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شمولیت کی توفیق ملی۔حضرت معوذؓ غزوۂ بدر میں ہی لڑتے لڑتے شہید ہوئے

حضرت ابی غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت معوذ بن حارث اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 16/ اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم سفیر احمد صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج مَیں جن صحابی کا پہلے ذکر کروں گا وہ ہیں حضرت معوذ بن حارث۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے تھا اور آپؓ ستّر انصار کے ہم راہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ آپؓ کی شادی امّ ِ یزید بنتِ قیس سے ہوئی تھی اور اس شادی سے آپؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں معاذؓ اور عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شمولیت کی توفیق ملی، ان تینوں کو بنوعفراء بھی کہا جاتا تھا۔

جنگِ بدر کے روز رسولِ خدا ﷺ نے ابوجہل کا حال معلوم کرنے کا ارشاد فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ابوجہل کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اس قدر زخمی کر دیا ہے کہ وہ بے حس و حرکت پڑا مرنے کے قریب ہے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ مجھے اَور تو کوئی افسوس نہیں صرف یہ ہے کہ مجھے مدینے کے سبزیاں اگانے والے اور کھیتی باڑی کرنے والے بچوں نے مار دیا۔ پھر اُس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو جس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو تھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا۔ کفّارِ مکّہ مدینے والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے پس ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اُس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہوسکی۔حضرت معوذ غزوۂ بدر میں ہی لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

اگلے صحابی حضرت ابی بن کعبؓ کا ذکر ہے جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنو معاویہ سے تعلق رکھتے تھے۔متوسط قامت ابی بن کعبؓ کو بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے نیز لکھنا پڑھنا جاننے کے سبب وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ کی مؤاخات حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ یا حضرت سعیدؓ بن زید کے ساتھ قائم ہوئی۔حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن کا بہت عِلم تھا چنانچہ ذکر ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپؐ ابی کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امّت کے سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت ابی کو عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ اور معاذ بن جبلؓ کے ساتھ چار قرّائے امّت اور پندرہ مستند ترین کاتبینِ وحی میں شمار فرمایا ہے۔

ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مَیں سورۃ البیّنۃ تمہیں پڑھ کر سناؤں۔ آپؓ نے پوچھا کہ کیا میرا نام لیا تھا، آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابیؓ رو پڑے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جسے قرآن کا ذوق ہو وہ ابیؓ کے پاس آئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چار اشخاص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سارا قرآن حفظ کرلیا تھا اور یہ سب انصاری تھے۔حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں۔ حیا میں سب سے کامل حضرت عثمانؓ، حلال و حرام کا سب سے زیادہ عِلم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ، فرائض کو سب سے بڑھ کر جاننے والے زید بن ثابتؓ اور قرأت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں۔فرمایا ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں۔

کتاب یا قرآن کے آخر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور حضرت ابیؓ نے شروع کیا۔ آپؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ ﷺ سے سُن کر یاد کیا تھا۔ آپؓ بے جھجک جو سوال کرنا چاہتے وہ پوچھتے اور آنحضور ﷺ بھی آپؓ کے شوق کے پیشِ نظر ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ فرماتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر پڑھائی تو ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز کے بعد آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا تو تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے ابی بن کعبؓ کے متعلق دریافت فرمایا تو ابیؓ نے عرض کیا کہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَیں جانتا تھا کہ تمہارے سوا کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔حضرت ابی بن کعبؓ کو فنِ قرأت میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ ان سے قرآن کا دور کرواتے۔جس برس حضور ﷺ کی وفات ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے کہا ہے کہ ابیؓ کو قرآن سنا دیجیے۔

ایک مرتبہ حضرت ابیؓ نے دو افراد کی قرأت کو اوپرا جانا لیکن حضور ﷺ نے ان کی قرأت کو درست قرار دیا تو اس پر حضرت ابیؓ شرمندگی کے مارے پسینے سے شرابور ہوگئے۔ آپؓ ایک ایرانی شخص کو قرآن پڑھایا کرتے تھے جو ’اثیم‘ کا لفظ درست ادا نہ کر پاتا تھا۔حضرت ابیؓ سخت پریشان تھے کہ وہاں سے رسول کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے ’تاظیم‘ کہلواؤ۔ جب ابیؓ نے ’تاظیم‘ کہلوایا تو اس ایرانی نے درست لفظ ’اثیم‘ ادا کر دیا۔ ایک مرتبہ خطبۂ جمعہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برات کی تلاوت فرمائی تو حضرت ابودرداءؓ اور ابوذرؓ نے اثنائے خطبہ حضرت ابیؓ سے پوچھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی۔ آپؓ نے انہیں اشارے سے خاموش کروا دیا۔ نماز کے بعد حضرت ابیؓ نے فرمایا آج ایک لغو حرکت کی وجہ سے تم دونوں کی نماز بے کار ہوگئی۔ اس پر وہ دونوں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے حضرت ابیؓ کی بات کو درست قرار دیا اور فرمایا کہ خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ابیؓ سے دریافت فرمایا کہ کتاب اللہ میں سب سے عظیم آیت کون سی ہے۔ آپؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ دوسری بار دریافت فرمانے پر آپؓ نے آیت الکرسی کے ابتدائی الفاظ بیان فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے جواب کو پسند کرتے ہوئے فرمایا عِلم تمہیں مبارک ہو۔

آپؓ نے حضرت طفیل کو قرآن پڑھایا تو انہوں نے ایک کمان ہدیتاً پیش کی اسی طرح کسی شخص نے ایک کپڑا پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو عِلم ہوا تو فرمایا واپس کردو اور آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ آپؓ اس بات پر اتنے محتاط ہوئے کہ جب شام کے لوگ آپؓ سے قرآن پڑھتے اور کاتبوں سے لکھواتے تو کتابت کے معاوضے کے طور پر انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے لیکن حضرت ابیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔

حضرت ابیؓ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔غزوۂ احد میں آپؓ کو تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے علاج کے لیے ایک طبیب کو بھجوایا۔ 9/ ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے تحصیلِ صدقات کے لیے عمّال روانہ فرمائے چنانچہ حضرت ابیؓ قبیلہ بنو بلی، بنو اظہر اور بنو سعد کے عاملِ مقرر ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں آپؓ کو قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے کام کا نگران مقرر کیا گیا۔ آپؓ قرآن کے الفاظ بولتے اور باقی لوگ لکھتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مجلسِ شوریٰ کا قیام ہوا جس میں انصار اور مہاجرین میں سے مقتدر صحابہ شامل تھے۔قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی اس کے ممبر تھے۔ رمضان کی ایک رات حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مسجد میں علیحدہ علیحدہ اور ٹولیوں کی شکل میں نماز پڑھتے دیکھا تو انہیں حضرت ابیؓ کی اقتدا میں اکٹھا کر دیا۔حضرت ابیؓ نے آنحضرت ﷺ سے احادیث کا بہت بڑا حصّہ سنا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ سمیت بہت سے صحابہ عِلمِ حدیث میں آپؓ سے استفادہ کرتے تھے۔

قرآنِ کریم سے استنباط اور فقہی مسائل کے حل میں بھی حضرت ابیؓ کو درک حاصل تھا۔حضورِ انور نے متعدد ایسے واقعات بیان فرمائے جن سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی ان معاملات میں آپؓ کی رائے کو اہمیت دیا کرتے۔

حضرت عثمانؓ نے جمعِ قرآن اور قرأتوں کا فرق مٹانے کے لیے بارہ اصحاب کو منتخب کیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر فرمایا۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأت کے مطابق ہیں۔ آپؓ آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کرلیا کرتے تھے۔

مسجدِ نبوی میں منبر کی تیاری سے پیشتر حضور ﷺ کھجور کے تنے کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔حضرت ابیؓ کی محبتِ رسول ﷺ کا یہ عالَم تھا کہ مسجد کی توسیع کے وقت جب وہ سُتون نکالا گیا تو آپؓ نے وہ سُتون لے لیا اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ چھ قاضی تھے۔

آپؓ کی وفات کے سال کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں جن کے مطابق آپؓ کی وفات بائیس ہجری یا تیس ہجری میں ہوئی۔حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ تیس ہجری والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے جمعِ قرآن کا کام حضرت ابیؓ کے سپرد کیا تھا۔ خطبے کے آخر میں حضرت ابیؓ کا ذکر ختم کرتے ہوئے حضورِ انور نے آپؓ کے بچوں کی تفصیل پیش فرمائی۔حضرت ابیؓ کے دو بیٹے طفیل اور محمد جبکہ ایک بیٹی امّ ِ عمرو تھی۔ آپؓ کی زوجہ کا نام امّ ِ طفیل بنت طفیل تھا جو قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25؍ستمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سَابِقُ الْحَبَشَۃ، اہلِ جنت میں شامل عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

پانچ مرحومین مولانا طالب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو، مکرم انجنیئر افتخار علی قریشی صاحب سابق وکیل المال ثالث ربوہ، نائب صدر مجلس تحریک جدید، محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب سابق صدر عمومی ربوہ، مکرم محمد طاہر احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان اور عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس بارے میں عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور پوچھا۔ اے بلال! کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ جب کل شام مَیں جنت میں داخل ہوا تو مَیں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ مَیں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو مَیں وضو کر لیتا ہوں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے مجھ پر دو رکعت ادا کرنا واجب ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر یہی وجہ ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب اتیت علی قصر مربع ...... الخ حدیث ۳۶۸۹)

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال مجھے بتاؤ جو سب سے زیادہ امید والا عمل تم نے اسلام میں کیا ہو کیونکہ مَیں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اپنے نزدیک تو مَیں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اَور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی مَیں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو مَیں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے جتنی بھی میرے لیے پڑھنا مقدر تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب فضل الطہور بالليل والنہار حدیث ۱۱۴۹)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر آپؓ ہو گئے بلکہ صرف یہ کہ پاکیزگی اور مخفی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام دیا کہ وہ جنت میں بھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جس طرح دنیا میں تھے جیسا کہ گذشتہ ایک روایت میں بھی ذکر ہوا تھا کہ عید کے روز حضرت بلالؓ نیزہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے اور پھر قبلہ رخ نیزہ گاڑتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عید پڑھاتے تھے تو بہرحال ان کا یہ اعزاز ان کی پاکیزگی اور عبادت کی وجہ سے جنت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قائم رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ ایک نظارے میں دیکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے جنت کی طرف رات کو لے جایا گیا تو مَیں نے قدموں کی چاپ سنی۔ مَیں نے کہا اے جبرئیلؑ! یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بلالؓ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے کاش! مَیں بلال کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا۔ اے کاش! بلال کا باپ میرا باپ ہوتا اور مَیں بلالؓ کی طرح ہوتا۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد جلد 9 صفحہ 363 کتاب المناقب باب فضل بلال المؤذنؓ حدیث 15635)

کیا اعلیٰ مقام ہے اس بلالؓ کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ خواہش کر رہے ہیں کہ کاش مَیں بلال ہوتا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ابتدائی صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ ’’بلال بن رَبَاحؓ ...... جو امیہ بن خَلَف کے حبشی غلام تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اذان دینے کا کام انہی کے سپرد تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شام فتح ہوا تو ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر انہوں نے پھر اذان کہی جس پر سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا چنانچہ وہ خود اور حضرت عمرؓ اور دوسرے اصحاب جو اس وقت موجود تھے اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت عمرؓ کو بلالؓ سے اتنی محبت تھی کہ جب وہ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آج مسلمانوں کا سردار گذر گیا۔ یہ ایک غریب حبشی غلام کے متعلق بادشاہِ وقت کا قول تھا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 124-125)

ایک موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے یہ جو آیتِ قرآنی ہے کہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمَلًا۔ یہ بیان فرمائی اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ایک ہی چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے اور وہ ہے اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ۔ وہ کام جو خدا کے لیے کرو گی باقی رہے گا۔‘‘ پھر آپؓ نے فرمایا کہ ’’آج ابوہریرہؓ کی اولاد کہاں ہے، مکان کہاں ہیں؟‘‘ کوئی جائیداد نہیں، اولاد نہیں۔ ہم نہیں جانتے اولاد کہاں ہے کہ نہیں ہے۔ ’’لیکن ہم جنہوں نے نہ ان کی اولاد دیکھی، نہ مکان دیکھے، نہ جائیداد دیکھی ہم جب ان کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔‘‘ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’چند دن ہوئے ایک عرب آیا اس نے کہا کہ مَیں بلالؓ کی اولاد میں سے ہوں۔ اس نے معلوم نہیں سچ کہا یا جھوٹ مگر میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ میں اس سے چمٹ جاؤں کہ یہ اس شخص کی اولاد میں سے ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی۔ آج بلالؓ کی اولاد کہاں ہے؟‘‘ ہم نہیں جانتے کوئی اولاد ہے بھی کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے۔ ’’اس کے مکان کہاں ہیں؟‘‘ کوئی جائیدادیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ ’’اس کی جائیداد کہاں ہے؟ مگر وہ جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی وہ اب تک باقی ہے اور باقی رہے گی۔‘‘

(مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 457-458)

اور یہ وہ نیکیاں ہیں جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔

حضرت بلالؓ سے چوالیس احادیث مروی ہیں۔ صحیحین میں چار روایات آئی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذہبی جلد۱ صفحہ ۳۶۰، ’’بلال بن رباحؓ‘‘ مؤسسہ الرسالۃ ۲۰۱۴ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذہبی جلد۱ صفحہ ۳۵۵، ’’بلال بن رباحؓ‘‘ مؤسسہ الرسالۃ ۲۰۱۴ء)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے ہیں اور وہاں حضرت بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 10 صفحہ 363، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء) کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر غلامی سے آزاد کروایا تھا۔

عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ کے پاس جو ایک مجمع میں تھے ابوسفیان آئے تو اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنی جگہ پر نہ پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے معزز اور ان کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے جب ان کو یہ باتیں کرتے سنا کہ صحیح طرح ہم نے ان سے بدلہ نہیں لیا تو حضرت ابوبکرؓ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ اور اس کے بعد پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس آئے اور کہا اے پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا؟ حضرت ابوبکرؓ تو یہ بات لے کر گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ان کو کچھ روکیں گے، ٹوکیں گے لیکن الٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ کا بھی دیکھیں کیا مقام تھا فوری طور پر ان غریب لوگوں کے پاس واپس گئے اور انہیں کہا پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں نہیں اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپؓ نے ہمیں ناراض نہیں کیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سلمان و صہیب و بلال حدیث ۲۵۰۴)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جبکہ آپ جِعِرَّانَہ میں قیام فرماتے تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک اعرابی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپؐ مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو۔ اس پر بدوی کہنے لگا کہ مجھے اَبْشِرْ یعنی تمہیں خوشخبری ہو آپ بڑی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے جیسے کوئی ناراض ہو۔ پھر اس بدوی کی طرف نہیں دیکھا۔ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ اس نے بشارت کو ردّ کر دیا۔ میں اس کو خوشخبری دے رہا ہوں۔ اس نے خوشخبری کو ردّ کیا ہے۔ پس تم دونوں یہ بشارت قبول کرلو۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے قبول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس پانی سے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اس سے کلی کی۔ پھر فرمایا تم دونوں اس میں سے پی لو اور دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوش ہو جاؤ۔ چنانچہ ان دونوں نے وہ پیالہ لیا اور ویسے ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کرنے کا حکم فرمایا تھا تو پردے کے پیچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے انہیں پکارا کہ جو تم دونوں کے برتن میں ہے اس میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے یعنی حضرت ام سلمہؓ، ام المومنین کے لیے بھی بچاؤ تو ان دونوں نے ان کے لیے اس میں سے کچھ بچا دیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی موسیٰ و ابی عامر الاشعریین رضی اللہ عنہما حدیث ۲۴۹۷)

حضرت علی بن ابو طالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نقیب عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ یعنی دو گنے نقیب عطا ہوئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا۔ مَیں، میرے دونوں بیٹے اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حمزہؓ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور بلالؓ اور سلمانؓ اور مقدادؓ اور ابوذرؓ اور عمارؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث:۳۷۸۵)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کیا ہی اچھا انسان ہے۔ وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے۔ اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ذکر بلال بن رباح، حدیث:۵۲۴۴ جلد ۰۳ صفحہ ۳۲۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلالؓ کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء اور مؤذنوں کا سردار ہے اور قیامت والے دن سب سے لمبی گردن والے حضرت بلالؓ ہوں گے یعنی بڑی عزت کا مقام ان کو ملے گا۔

(مجمع الزوائد کتاب المناقب باب فضل بلال المؤذن جلد ۰۹ صفحہ ۳۶۳ حدیث ۱۵۶۳۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دی جائے گی اور وہ اس پر سوار ہوں گے۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذہبی جلد ۰۱ صفحہ ۳۵۵، ''بلال بن رباح'' مؤسسہ الرسالۃ ۲۰۱۴ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ فرمایا کیا بلالؓ یہاں ہیں؟ مَیں نے جواب دیا کہ گھر نہیں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تم بلالؓ سے ناراض ہو۔ مَیں نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی بیوی کو فرمایا کہ بلالؓ مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہو گی اور بلالؓ تم سے غلط بات نہیں کرے گا۔ پس تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہو گا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۶، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے جو میٹھے پھلوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رَس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہو جاتا ہے۔ سب میٹھا ہو جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب المناقب باب فضل بلال المؤذن جلد ۰۹ صفحہ ۳۶۴ حدیث ۱۵۶۳۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِیْ وَاعْذُرْنِیْ بِعِلَّاتِیْ۔ اے اللہ! تو میری خطاؤں سے درگذر فرما اور میری کوتاہیوں کے بارے میں مجھے معذور سمجھ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی باب بلال بن رباح جلد ۰۱ صفحہ ۳۳۷ حدیث ۱۰۰۹، دار احیاء التراث العربی ۲۰۰۲ء)

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے بلالؓ! غریبی میں مرنا اور امیری میں نہ مرنا۔ مَیں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ یہ کس طرح ہو کہ میں غریبی میں مروں اور امیری میں نہ مروں۔ اس کی سمجھ نہیں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رزق تمہیں عطا کیا جائے اسے سنبھال کر نہ رکھنا اور جو چیز تم سے مانگی جائے اس سے منع نہ کرنا۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اگر مَیں ایسا نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی کرنا ہو گا ورنہ آگ ٹھکانہ ہو گی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی باب بِلَالُ بْنُ رَبَاح جلد ۰۱ صفحہ ۳۴۱ حدیث ۱۰۲۱، دار احیاء التراث العربی ۲۰۰۲ء)

یعنی کسی سائل کو دھتکارنا نہیں اور یہ نہیں کہ صرف جوڑتے رہو اور خرچ نہ کرو۔ خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت بلالؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیس ہجری میں دمشق شام میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حلب میں ہوئی۔ اس وقت حضرت بلالؓ کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ آپؓ کی تدفین دمشق کے قبرستان میں باب الصغیر کے پاس ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۸۰ ''بلال بن رباح''، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷ء)

(تاریخ الدمشق لابن عساکر جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۵ ذکر من اسمہ بلال بن رباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ حضرت بلالؓ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس حوالے میں سے بعض باتیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن بات کا جو تسلسل ہے اس کی وجہ سے شاید یہاں دوبارہ شروع کی ایک دو باتیں آ جائیں۔

حضرت بلالؓ حبشی تھے عربی زبان نہیں جانتے تھے اور عربی بولتے ہوئے وہ بہت سی غلطیاں کر جاتے تھے مثلاً حبشہ کے لوگ شین کو سین کہتے تھے۔ چنانچہ بلال جب اذان دیتے ہوئے اَشْھَدُ کو اَسْھَدُ کہتے تو عرب لوگ ہنستے تھے کیونکہ ان کے اندر قومی برتری کا خیال پایا جاتا تھا حالانکہ دوسری زبانوں کے بعض الفاظ خود عرب بھی نہیں ادا کر سکتے مثلاً وہ روٹی کو، عرب جو ہیں روٹی کو روٹی نہیں کہہ سکتے، روتی کہیں گے۔ ت بولیں گے ٹ کی بجائے اور چُوری کو جُوری کہیں گے چ نہیں بول سکتے ج بولیں گے۔ فرمایا کہ جس طرح غیر عرب عربی کے بعض الفاظ ادا نہیں کر سکتے اسی طرح عرب بھی غیر زبانوں کے بعض الفاظ نہیں ادا کر سکتے لیکن ان میں قومی برتری کا جو نشہ ہے تو وہ یہ بات سوچتے نہیں کہ ہم بھی تو دوسری زبانوں کے بعض الفاظ نہیں استعمال کر سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کے اَسْھَدُ پر دوسرے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے اور تمہارے اَشْھَدُ سے اس کا اَسْھَدُ کہنا خدا تعالیٰ کو زیادہ پیارا لگتا ہے۔ بلال حبشی تھے اور حبشی اس زمانے میں غلام بنائے جاتے تھے بلکہ گذشتہ صدیوں میں بھی، قریب کی صدیوں میں بھی غلام بنائے گئے بلکہ آج تک بنائے جا رہے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے نزدیک کوئی غیر قوم مقہور و ذلیل ہوتی ہے۔ آپؐ کے نزدیک سب قومیں یکساں طور پر خدا تعالیٰ کی مخلوق تھیں۔ آپؐ کو یونانیوں اور حبشیوں سے بھی ویسا ہی پیار تھا جیسے عربوں سے۔ کوئی فرق نہیں تھا۔ عرب بھی ویسے تھے، اسی طرح پیارے تھے۔ آپؐ کو افریقی بھی اسی طرح پیارے تھے جیسے عرب پیارے تھے، جیسے یونانی پیارے تھے۔ یہی محبت تھی جس نے ان غیر قوموں کے دلوں میں آپؐ کا وہ عشق پیدا کر دیا تھا جس کو عرب کے بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ آپؐ کی اسی محبت کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عشق پیدا ہو گیا تھا جس کی ان لوگوں کو جن کو فراست نہیں تھی، جن کو اس محبت کا ادراک نہیں تھا، جن کو وفا اور محبت کے اسرار و رموز کا پتہ نہیں تھا ان کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کس طرح ہو رہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے پھر عرب قوم میں پیدا ہوئے اور عربوں سے بھی قریش کے قبیلہ میں پیدا ہوئے جو دوسری عرب قوموں کو بھی حقیر اور ذلیل سمجھتا تھا۔ سب سے اچھا قبیلہ آپؐ کا تھا۔ آپؐ کو حبشیوں سے کیا جوڑ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قوم یا قبیلے کو محبت ہونی چاہئے تھی تو بنو ہاشم کو ہونی چاہئے تھی۔ آپؐ سے کسی کو محبت ہونی چاہئے تھی تو قریش کو ہونی چاہئے تھی یا پھر عرب کے لوگوں کو ہونی چاہئے تھی کہ وہ آپؐ کے ہم قوم تھے اس لیے ان لوگوں کو بھی آپؐ سے محبت ہونی چاہئے تھی۔ غیر قوموں کے دلوں میں جن کی حکومتوں کو آپؐ کے لشکروں نے پامال کر دیا تھا جن کی قومی سرداری کو اسلامی سلطنت نے تباہ کر کے رکھ دیا تھا محبت ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ غیر قوموں سے جنگیں ہوئیں، ان کو شکست ہوئی اور ان کی حکومتیں ختم ہو گئیں لیکن اس کے باوجود ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک محبت پیدا ہو گئی۔ وہ کس طرح پیدا ہو سکتی تھی؟ انہیں تو آپ سے دشمنی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن واقعات کیا ہیں۔ اس کے لیے ہم پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی اس محبت کا جائزہ لیتے ہیں جو اسے اپنے آقا کے ساتھ تھی۔ جب آپ پکڑے گئے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جب پکڑے گئے اور آپ کے خاص حواری پطرس کو جسے آپ نے اپنے بعد خلیفہ بھی مقرر کیا تھا، پولیس نے کہا کہ تم اس کے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ ہو۔ پولیس کو شک گزرا کہ تم اس کے پیچھے آ رہے ہو۔ تم بھی اس کے ساتھ ہو تو ڈر گیا۔ اس نے فوراً کہا کہ میں اس کا مرید نہیں ہوں۔ میں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ نہ صرف انکار کر دیا بلکہ لعنت بھی بھیج دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ علیہ السلام کے حواری آپؑ سے محبت ضرور کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے جو حواری تھے وہ تھے ایسے اور آپؑ سے محبت بھی کرتے تھے۔ بعد میں پطرس بھی روما میں صلیب پر لٹکایا گیا اور اس نے بڑی دلیری کے ساتھ موت کو قبول کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت اور اطاعت سے انکار نہیں کیا لیکن جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اس وقت اس کا ایمان پختہ نہیں تھا۔ اس وقت وہ دو چار تھپڑوں سے ڈر گیا مگر بعد میں اس نے صلیب کو بھی نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بہر حال یہ ایک نظارہ تھا اس محبت کا جو مسیح علیہ السلام سے آپؑ کی قوم کو تھی۔

اب آپؑ کی قوم کے مقابلے میں ہم ان غلاموں کو دیکھتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ بلالؓ جو حبشی غلام تھے اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت تھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا بلالؓ پر کیا اثر تھا۔ بعض لوگوں کو ظاہری طور پر اپنے محبوب سے گہری محبت ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ان کی محبت ایک دائرے کے اندر محدود ہوتی ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے، جس کے حبشی غلام ہونے کی وجہ سے قریش ہی نہیں بلکہ سارے عرب نفرت کا اظہار کرتے تھے، جس محبت کا اظہار کیا آیا وہ ایک عام رواداری کی روح کی وجہ سے تھا۔ یہ رواداری تھی کہ محبت کرنی ہے، اس کا دل رکھنا ہے یہ اس لیے تھا یا حقیقی محبت کا مظاہرہ تھا۔ دکھاوے کی محبت تھی یا حقیقی محبت تھی۔ اس کا جائزہ بلالؓ ہی لے سکتے ہیں ہم نہیں لے سکتے۔ اگر جائزہ لینا ہے تو پھر حضرت

بلالؓ کے پاس جانا پڑے گا کیونکہ وہی صحیح جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس واقعہ پر تیرہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہم اس کا جائزہ کیا لے سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ بلالؓ نے آپؐ کی محبت کے اظہار کو کیا سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالؓ سے جو حقیقی محبت تھی انہوں نے اسے کیا سمجھا؟ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ میں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ ہم سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ اس سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال بھی نہیں کہ خود صحابہ نے کیا سمجھا۔ ان باتوں کو چھوڑو کہ دوسروں نے کیا سمجھا بلکہ سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں نے، صحابہ نے بھی کیا سمجھا بلکہ دیکھنا ہم نے یہ ہے کہ بلالؓ نے کیا سمجھا اور اس کو دیکھنے کے لیے ایک چھوٹا سا یہ فقرہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تم اَسْھَدُ کہنے پر ہنستے ہو۔ آپؐ نے لوگوں کو کہا حالانکہ اس کی اذان سن کر خدا تعالیٰ بھی عرش پر خوش ہوتا ہے۔ وہ تمہارے اَشْھَدُ سے اس کے اَسْھَدُ کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ یہ صرف دلجوئی اور دفع الوقتی کے لیے تھا یا گہری محبت کی بنا پر تھا یا وقتی طور پر اس بات کو ٹالنے کے لیے آپؐ نے کوئی بات کی تھی یا یہ گہری محبت کی بنا پر بات کی تھی۔ یہی چھوٹا سا فقرہ جو آپؐ نے کہا تھا کہ اَشْھَدُ سے زیادہ اللہ کو اَسْھَدُ پسند ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس فقرے سے بلالؓ نے کیا سمجھا۔ بلالؓ نے اس فقرے سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپؐ کے دل میں خواہ میں غیر قوم کا ہوں اور ایسی قوم کا ہوں جو انسانیت کے دائرے سے باہر سمجھی جاتی ہے اور غلام بنائی جاتی ہے محبت اور عشق ہے۔ بلالؓ نے یہ سمجھا کہ غیر قوم کا ہونے کے باوجود اور ایسی قوم کا ہونے کے باوجود جس کو غلام بنایا جاتا ہے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی اور عشق کیا۔

ہم اس واقعہ سے کچھ عرصہ پیچھے جاتے ہیں یہی شخص جو کہتا ہے کہ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہ میری موت بھی اللہ کے لیے ہے جو ربّ العالمین ہے، فوت ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ نئی حکومتیں بن جاتی ہیں۔ نئے افراد آ جاتے ہیں اور نئے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ زمانہ گزر گیا۔ نئی حکومتیں بھی آ گئیں۔ بہت ساری تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ بعض صحابہ عرب سے سینکڑوں میل باہر نکل جاتے ہیں، انہی صحابہ میں بلالؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سب تبدیلیاں جو آئیں تو وہ شام چلے جاتے ہیں اور دمشق جا پہنچتے ہیں۔ ایک دن کچھ لوگ اکٹھے ہوئے۔ حضرت بلالؓ دمشق میں تھے۔ وہاں لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بلالؓ اذان دیا کرتا تھا ہم چاہتے ہیں کہ بلالؓ پھر اذان دے۔ انہوں نے بلالؓ سے کہا۔ حضرت بلالؓ نے انکار کر دیا کہ نہیں مَیں اب اذان نہیں دے سکتا۔ بلالؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مَیں اذان نہیں دوں گا کیونکہ جب بھی میں اذان دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک میرے سامنے آ جاتا ہے، میری جذباتی کیفیت ہو جاتی ہے اس لیے میں اذان نہیں دے سکتا۔ میری برداشت سے یہ بات باہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ان دنوں دمشق میں آئے ہوئے تھے اتفاق سے ان کا بھی دورہ تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ بلالؓ سے کہیے کہ اذان دے۔ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ہمارے کان ترس رہے ہیں کہ ہم بلالؓ کی اذان سنیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ہمارے تصورات میں حضرت بلالؓ کی اذانیں آتی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایک دفعہ بلالؓ کی اذان سنیں اور وہ زمانہ ہمارے سامنے ذرا اچھی طرح گھوم جائے۔ ہم میں وہ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں دیکھا صرف باتیں سنی ہیں۔ ایسے لوگ بھی وہاں موجود تھے ان کے دل خواہش رکھتے ہیں کہ اس شخص کی اذان سن لیں جس کی اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے تھے اور آپؐ کو پسند بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بلالؓ کو بلایا اور فرمایا لوگوں کی خواہش ہے کہ آپؓ اذان دیں۔ آپؓ نے فرمایا آپؓ خلیفہ وقت ہیں آپ کی خواہش ہے تو میں اذان دے دیتا ہوں لیکن یہ بتا دوں مَیں کہ میرا دل برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت بلالؓ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے اسی رنگ میں اذان دیتے ہیں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو یاد کر کے آپ کے صحابہ جو عرب کے باشندے تھے یہ اذان سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور بعض کی چیخیں بھی نکل گئیں۔ حضرت بلالؓ اذان دیتے چلے جاتے ہیں اور سننے والوں کے دلوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو یاد کر کے رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن حضرت بلالؓ جو حبشی تھے، جن سے عربوں نے خدمتیں لیں، جنہیں عربوں سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا اور نہ بھائی چارے کا تعلق تھا ہم نے دیکھنا ہے کہ خود ان کے دل پر کیا اثر ہوا۔ یہ تو اثر ہوا ناں ان عربوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے تھے، ان کو زمانہ یاد آ گیا۔ جو اس زمانے کے عرب نہیں تھے ان کو بھی وہ باتیں یاد آ گئیں، رقت طاری ہو گئی یا ایک دوسرے کو دیکھ کے رقت طاری ہوئی لیکن حضرت بلالؓ تو جو عرب بھی نہیں تھے غلام بھی تھے ان کو اس اذان کا کیا اثر ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ جب اذان ختم کرتے ہیں تو بیہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ اثر ہوتا ہے اور چند منٹ بعد فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ پر کہ میرے نزدیک عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ محبت اور یہ عشق سب سے بڑی گواہی ہے جو غیر عرب قوموں نے آپؐ کے لیے دکھایا۔ یہ ہے وہ سچی گواہی، عملی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں تو یہ ہے اس کا اظہار۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی جنہوں نے آپؐ کی محبت بھری آواز کو سنا اور اس کا اثر جو انہوں نے دیکھا اس نے اسے یقین کروا دیا کہ ان کی اپنی قوم ان سے وہ محبت نہیں کر سکتی جو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کرتے تھے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 30 صفحہ 263 تا 267 خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ اگست 1949ء)

یہ تھے ہمارے سیدنا بلالؓ جنہوں نے اپنے آقا و مطاعؐ سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کیے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، ہمارے لیے پاک نمونہ ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اپنے اس غلام سے محبت و شفقت کی وہ داستانیں ہیں جن کی نظیر ہمیں دنیا میں کہیں اَور نظر نہیں آ سکتی اور یہی وہ چیز ہے جو آج بھی محبت اور پیار کی فضاؤں کو پیدا کر سکتی ہے، بھائی چارے کو پیدا کر سکتی ہے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔ پس آج بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشقِ رسولِ عربیؐ کے ان نمونوں پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ حضرت بلالؓ کا ذکر آج یہاں ختم ہوتا ہے۔

اس وقت مَیں چند وفات یافتگان کا بھی ذکر کروں گا۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ان میں سے پہلا ذکر مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگو کا ہے۔ ان کی 8 ستمبر کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

بچپن سے ہی ان کی طبیعت مذہب کی طرف مائل تھی۔ یہ ٹرینی ڈاڈ کے رہنے والے تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی پنجگانہ نماز، تلاوتِ قرآن اور اسلامی کتب کے مطالعہ کے شوقین تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ان کو برٹش انشورنس میں ملازمت مل گئی لیکن اولیول کرنے کے بعد تیرہ جنوری 1979ء کو آپ نے زندگی وقف کی اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1989ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1987ء میں آپ کی شادی مکرمہ ساجدہ شاہین صاحبہ بنت مرزا منور احمد صاحب درویش اور سابق نائب ناظر اعلیٰ قادیان سے ہوئی۔ ان کی اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحبؓ کی پوتی ہیں۔ جامعہ سے فراغت کے بعد ان کی پہلی تقرری زائر (افریقہ) میں ہوئی۔ وہاں 1989ء سے 1992ء تک تقریباً تین سال خدمت کی توفیق پائی۔ پھر گیانا جماعت میں 1993ء سے 1997ء تک مشنری کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ پھر وہاں سے آپ کا تقرر گھانا کی دو مختلف جگہوں کوفوریڈوا (Koforidua) اور کماسی ریجن میں ہوا۔ 1997ء سے 2004ء تک وہاں خدمت کی توفیق پائی۔ یہاں آپ شدید بیمار ہو گئے اور صحت یاب ہونے پر آپ کا تقرر ٹرینی ڈاڈ میں ہوا جہاں آپ فری پورٹ کی جماعت میں آخر دم تک خدمت بجالاتے رہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے کے علاوہ اپنے علم اور تجربے سے اسلامی تعلیم لوگوں میں بانٹتے رہے۔ جہاں بھی گئے جماعت کے ہر فرد کے ساتھ آپ کا ذاتی رابطہ ہوتا تھا۔ جماعتی افراد ان سے خاص محبت کا تعلق رکھتے تھے اور یہ ان سے محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ گذشتہ کئی سال سے ان کو گردے کی تکلیف تھی۔ ڈائیلیسز (dialysis) کی وجہ سے ہفتے میں تین مرتبہ ٹریٹمنٹ (treatment) کے لیے ہسپتال جانا پڑتا تھا لیکن آپ نے جماعتی پروگراموں میں کوئی روک نہیں آنے دی۔ نہایت متقی تھے، عاجز تھے، منکسر المزاج تھے، نرم خو تھے، صابر تھے، اطاعت گزار تھے، حلیم طبع شخصیت کے مالک تھے، ہر ایک کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملتے۔ نمازوں کے علاوہ باقاعدگی سے نماز تہجد، قرآن کریم کی تلاوت، رات سونے سے پہلے آٹھ رکعت نفل پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ جماعتی روایات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اپنی فیملی کو بھی ان سب نیکیوں کی تلقین کرتے تھے۔ اپنے خاندان میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا ناصر یعقوب اور دو بیٹیاں امینہ یعقوب اور عدیلہ یعقوب شامل ہیں۔ آپ کے دو بھائی بھی ہیں۔ تین بہنیں ہیں۔ کچھ بھائی بہنیں وہاں ٹرینی ڈاڈ میں ہیں کچھ آسٹریلیا میں ہیں۔

ان کی ایک بھابھی ہیلن یعقوب ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مَیں نے تیس سال قبل بیعت کی تھی اور مولانا صاحب ٹرینی ڈاڈ تشریف لائے تو مجھے ہر وقت بڑے پیار سے دین کی نئی نئی باتیں سکھاتے اور اس کی وجہ سے میرا دین سیکھنے کا جذبہ زیادہ پیدا ہوا۔ اس پہ بہت خوش ہوتے تھے اور طالب یعقوب صاحب کے اس رویہ کی وجہ ہی ہے میرے بیٹے طیب یعقوب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مربی بننے کی نیت کی ہے اور اب جامعہ احمدیہ کینیڈا کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پھر وہاں ایک احمدی ڈاکٹر تھیں جب یہ بیمار تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہر ڈاکٹر اور نرس جنہوں نے ان کا علاج کیا وہ ان کے اخلاق سے بڑا متاثر تھا۔ مریض تھے اور کہیں بیٹھے ہوتے اگر ہسپتال میں کم جگہ ہے اور کوئی آ گیا ہے تو خود کھڑے ہو جاتے اور دوسروں کو جگہ دیتے۔ مریضوں کے لیے بھی، ڈاکٹروں کے لیے بھی ایک نمونہ تھے۔ لوگوں کے لیے بھی ایک نمونہ تھے۔ مشنری انچارج صاحب ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو لکھتے ہیں کہ حقیقی رنگ میں ایک مربی اور مبلغ کی خصوصیات اور خصائل کو اپنائے ہوئے تھے۔ خلافت کی اطاعت میں آپ ہمیشہ آگے آگے رہتے تھے۔ اپنے نگرانوں کی ہر بات مانتے اور جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا اسے بھرپور طور پر سرانجام دینے کی پوری کوشش کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز تہجد کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔

قاصد وڑائچ صاحب وہاں ٹرینی ڈاڈ کے مربی سلسلہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں میری پوسٹنگ ٹرینی ڈاڈ ہوئی تو اس وقت مولانا صاحب کی صحت کمزور تھی اور عمر بھی بڑی تھی۔ یہ نوجوان ہیں ابھی دو تین سال پہلے کینیڈا جامعہ سے فارغ ہو کے گئے ہیں۔ تو کہتے ہیں کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا صاحب پچاس منٹ کا سفر طے کر کے اپنی اہلیہ اور بیٹے کے ساتھ مجھے ملنے کے لیے تشریف لائے اور بڑی شفقت کا سلوک فرمایا اور پھر ہر دوسرے دن، تیسرے دن میسج (message) کر کے یا کال کر کے حال معلوم کر لیا کرتے کہ نئے نئے آئے ہو تمہاری ضروریات بھی ہوں گی۔ اور پھر نصیحتیں بھی کرتے ہوں گے، سمجھاتے بھی ہوں گے۔ ہر بڑے چھوٹے سے پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ہمیشہ خلافت سے تعلق رکھنے کی تلقین کرتے اور خلیفہ وقت کے لیے دعا کرنے کی تلقین کرتے۔ ان کی بیٹی نے بھی لکھا ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ امتحانوں سے پہلے بھی اور ہمیشہ ہر کام کے لیے خلیفہ وقت کو لکھو، دعا کے لیے کہو۔ وہاں ایک احمدی منیر ابراہیم ہیں کہتے ہیں کہ جب ہم تبلیغ کے لیے کسی جگہ جاتے تو مولانا ہمیشہ حاضر ہوتے تھے اور پھر تبلیغ کے لیے علاقے بانٹ لیتے تھے۔ کسی کو کہتے تھے کہ تم شمال میں جاؤ مَیں جنوب میں جاتا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں احمدیت کا پیغام پہنچے۔

اور ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے اَور نوجوان مربیان بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی، انہوں نے بھی یہی بتایا ہے کہ جماعت کی ترقی کے لیے اور تبلیغ کے لیے چھوٹا سا کام بھی کوئی کرتا تو بہت خوش ہوتے اور اس کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے۔ اور یہ تو ہر ایک نے لکھا ہے کہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ صلح جُو تھے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اگر دوستوں میں کوئی ناراضگی ہو جاتی تو ہمیشہ صلح کرواتے اور یہ کہتے کہ احمدی ہیں اور کسی بھائی کے لیے دل میں رنجش نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے بھی ہمیشہ انہیں مسکراتے دیکھا ہے۔ خلافت سے بھی بے انتہا وفا کا تعلق تھا اور جیسا کہ میں نے بتایا ان کے بچے بھی یہی بتاتے ہیں کہ ہمیں بھی یہی کہتے تھے خلافت سے تعلق رکھو اور خط لکھتے رہا کرو۔

ایک نومبائع ناریش صاحب کہتے ہیں کہ مَیں مختلف غیر احمدی مسجدوں میں جا کر حقیقی اسلام کی تلاش کیا کرتا تھا۔ جب میں مولانا طالب سے ملا تو اسی وقت دلیلیں سننے سے پہلے میرے ذہن پر ایک بہت اچھا اثر پڑنا شروع ہو گیا اور اسی وجہ سے پھر انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ بہر حال طالب یعقوب صاحب نے وقف کو بھی کامل شرح صدر کے ساتھ نبھایا اور کبھی کوئی عذر نہیں کیا۔ یہی کہتے تھے کہ خلیفہ وقت جہاں بھی لگائیں کام کرنا ہے اور اگر مجھے کہیں گے کہ پاکستان میں رہو، پاکستان میں کہیں پوسٹنگ ہوتی ہے تو پھر اپنے ملک واپس نہیں جانا تو اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ اور پھر عملی طور پر اس تیاری کے لیے پاکستان کے عرصے میں یہ پنجابی بھی سیکھنے کی کوشش کرتے رہے کہ اگر یہاں لگا دیا تو پنجابی لوگوں سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے تو پنجابی سیکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت فرمائے اور ان کو یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم انجنیئر افتخار علی قریشی صاحب کا ہے جو سابق وکیل المال ثالث بھی تھے اور نائب صدر مجلس تحریک جدید بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی عمر عطا فرمائی۔ 3/ جون کو یہ 99 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

افتخار علی صاحب کے والد کا نام ممتاز علی قریشی صاحب تھا۔ یہ پیشے کے لحاظ سے ویٹرنری ڈاکٹر تھے۔ افتخار علی صاحب میرٹھ انڈیا میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی سیکنڈری اور ہائر ایجوکیشن میرٹھ میں ہی حاصل کی۔ پھر تھامسن انجنیئر نگ کالج رُوڑکی جو اَب یونیورسٹی بن گئی ہے اس میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1944ء میں سول انجنیئر نگ میں گریجوایشن مکمل کی۔ دورِ طالب علمی میں ہی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ آپ کے والد اس وقت احمدی نہیں تھے تاہم افتخار قریشی صاحب نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کر کے تحقیق کے بعد قبول احمدیت کا شرف حاصل کیا۔ آپ تک احمدیت کا پیغام آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب کے ذریعے اور ان کے پھوپھا کے والد جو منشی فیاض علی صاحب تھے ان کے ذریعے سے پہنچا۔ افتخار قریشی صاحب تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ تر اپنے تایا تراب علی صاحب کے پاس رہتے تھے۔ تراب علی صاحب ابھی احمدی نہیں تھے لیکن افتخار علی صاحب کے پھوپھا مختار قریشی صاحب اپنے والد کے ساتھ اکثر قصبہ سرابہ میرٹھ میں افتخار علی صاحب کے تایا کے پاس آتے رہتے تھے۔ قریشی افتخار علی صاحب کو ان بزرگوں کے ذریعے احمدیت کا لٹریچر مل جاتا تھا اور دہلی کی جماعت بھی چھوٹے چھوٹے پمفلٹس شائع کرتی رہتی تھی۔ یہ پمفلٹس بھی افتخار علی صاحب کو مطالعہ کے لیے مل جاتے۔ افتخار علی صاحب یہ تمام لٹریچر دورانِ سفر پڑھ لیتے اور پھر اپنے والد صاحب کو جا کر دے دیتے۔ افتخار صاحب نے جب تھامسن کالج میں داخلہ لیا تو آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب نے انہیں باقاعدہ تفصیلی خطوط کے ذریعہ احمدیت کا پیغام دینا شروع کر دیا۔ افتخار علی صاحب بھی ان کا تفصیلی جواب دیتے۔ اس زمانے میں بھی آپ کو تہجد پڑھنے اور خوب دعائیں کرنے کا موقع ملا لیکن دل میں بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔ اس کیفیت کا اظہار انہوں نے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کیا اور کچھ سوال پوچھے۔ حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے سوال مختصر ہیں مگر جامع ہیں۔ ان کا جواب خط کی شکل میں دینا مشکل ہے۔ آپ میری فلاں کتاب کا مطالعہ کر لیں۔ افتخار علی صاحب نے یہ کتاب اپنے پھوپھا مختار صاحب سے حاصل کی۔ مطالعہ شروع کیا اور جوں جوں آپ کتاب پڑھتے گئے آپ کو سوالوں کے جواب ملتے گئے۔ چنانچہ نومبر 1941ء میں آپ نے بذریعہ خط تحریری بیعت کر لی۔ 1942ء میں قادیان جلسے پر تشریف لائے اور قادیان کے ماحول کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقاریر کو بھی آپ نے بڑے غور سے سنا اور پھر وہاں بیعت کی اور اس طرح پھر ان کو دستی بیعت کی بھی توفیق ملی۔ ہر سال جلسہ سالانہ قادیان پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کا موقع بھی ملتا۔ جو سوال ان کے ذہن میں ہوتے ان کو حضور کی خدمت میں رکھتے، جواب حاصل کرتے۔ ایمان اور ایقان سے جھولیاں بھر کے واپس لوٹتے۔

آپ نے انڈیا میں ہی گورنمنٹ سروس شروع کر دی تھی۔ قیام پاکستان تک آپ وہاں کام کرتے رہے۔ 1951ء میں ہجرت کی۔ پھر پاکستان میں محکمہ آبپاشی اور توانائی میں ملازمت کی۔ گورنمنٹ سروس کے دوران کئی شہروں میں ٹرانسفر ہوئے۔ بڑی دیانتداری سے انہوں نے کام کیا۔ جونیئر انجنیئر سے ترقی کرتے ہوئے آپ چیف انجنیئر بن گئے بلکہ ایک موقعے پر کچھ عرصہ آپ کو گورنمنٹ پنجاب کا سیکرٹری آبپاشی اور توانائی کا بھی بنایا گیا۔ آپ نے سیکرٹری تک ترقی کی۔ بہت باعزت اور قابل عہدوں پر اپنے وطن پاکستان کی خدمت کرنے کی آپ کو توفیق ملی۔ 1983ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے وقف بھی کیا لیکن اس سے پہلے 1980ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دورہ سپین مکمل فرمانے پر واپس ربوہ تشریف لا کر انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹکٹس اینڈ انجنیئرز (IAAAE) کا قیام کیا تو افتخار علی قریشی صاحب کو اس کا پہلا چیئر مین مقرر فرمایا۔ اس وقت یہ چیف انجنیئر کے عہدے پر تھے۔ پھر بعد میں ریٹائر ہو گئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنی زندگی وقف کرنے کے لیے پیش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف قبول فرمایا اور 1983ء میں ان کو وکیل المال ثالث تحریک جدید کی ذمہ داری عطا ہوئی۔ اور 1980ء میں جب مقرر کیا تھا تو پہلے نامزدگی تھی۔ پھر باقاعدہ آپ منتخب ہوتے رہے اور اس کے بعد تقریباً پچیس سال تک مسلسل آپ اس ایسوسی ایشن کے صدر، مرکزی چیئر مین رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں بھی ان کو کافی کام کی توفیق ملی۔ بیوت الحمد کوارٹرز کی تعمیر، جماعتی بلڈنگز ربوہ میں بنانے کا موقع ملا۔ ادارہ تعمیرات کے نگران بھی آپ تھے۔ پھر جو مختلف پراجیکٹس فضل عمر ہسپتال، جامعہ احمدیہ، خلافت لائبریری وغیرہ ان کے (IAAAE کے) چیئر مین بنائے گئے اسی طرح ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 2007ء میں ان کو مَیں نے نائب صدر مجلس تحریک جدید مقرر کیا۔ بڑی ایمانداری، لگن اور محنت سے خدمت کرنے والے تھے۔ چار خلفاء کا زمانہ انہوں نے دیکھا اور ہمیشہ ہر جگہ یہ اطاعت اور محبت کرنے والے پائے گئے۔ خاموش طبع تھے۔ ہمیشہ کام سے کام رکھتے تھے۔ بطور واقف زندگی بھی ان کو سینتیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے بے نفس ہو کے کام کرنے والے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں انہیں عطا فرمائیں۔ ایک بیٹا آرکیٹکٹ ہے اور ایک بیٹی لیڈی ڈاکٹر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ رضیہ سلطانہ صاحبہ کا ہے جو حکیم مولوی خورشید احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 81 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ مرحومہ شیخ اللہ بخش صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ جوانی کی عمر سے ہی نماز روزے کی سختی سے پابند تھیں۔ ساری زندگی سادگی اور عاجزی سے گزاری۔ بہت مہمان نواز تھیں۔ آپ کے میاں محترم حکیم مولوی خورشید احمد صاحب صدر عمومی کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے تھے۔ اس دوران آپ کے گھر اجلاسات، میٹنگز وغیرہ ہوتی تھیں تو ان لوگوں کی مہمان نوازی کیا کرتی تھیں۔ مکرم مولوی صاحب کو 1984ء میں اڑھائی سال تک اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وقت بھی آپ نے اپنے خاوند کے پیچھے انتہائی صبر اور ہمت سے گزارا اور نہ صرف یہ بلکہ روزانہ کئی افراد کا کھانا تیار کر کے جیل بھجوایا کرتی تھیں اور بڑی خاموشی سے نیکی کے کام کیا کرتی تھیں۔ کئی غریب بچیوں کی شادیاں کیں۔ کئی غریب بچیوں کی پرورش کی۔ اپنے پرائے سب اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ بہت پیار کرنے والی شخصیت تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ان کی ایک بیٹی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم محمد طاہر احمد صاحب ابن محمد منصور احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان کا ہے۔ یہ 28/ مئی کو بعارضہ جگر کینسر ستاون سال کی عمر میں نور ہسپتال قادیان میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرحوم حیدر آباد کے رہنے والے تھے۔ جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ستمبر 1989ء سے تادم آخر مئی 2020ء اکتیس سال تک مختلف اداروں میں خدمت بجا لاتے رہے۔ تمام عرصہ شعبہ مال میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ بیت المال آمد میں سات سال، نظامت مال وقف جدید میں نو سال انسپکٹر بیت المال اور پھر نائب ناظم مال وقف جدید تین سال، ناظم مال وقف جدید آٹھ سال اور نائب ناظر بیت المال دو سال خدمت کی توفیق ملی۔ نہایت مخلص، سادہ مزاج، ملنسار، ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے خادم سلسلہ تھے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں دورے کیے اور مالی نظام سے لوگوں کو آگاہی دی اور ان کو شامل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دوروں کی وجہ سے، ان کی کوششوں کی وجہ سے وقف جدید کے مالی بجٹ میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ضعیف والدین کے علاوہ اہلیہ اور دو بیٹے شامل ہیں۔ مرحوم مولانا محمد کریم شاہد صاحب صدر قضاء بورڈ قادیان کے بڑے داماد تھے اور انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کے ایک بھائی قادیان میں مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کی حفاظت فرمائے۔

اگلا جنازہ عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد انٹرنیشنل جامعہ گھانا کا ہے۔ عقیل احمد پاکستان گیا ہوا تھا جہاں اسے yolk sac tumor تشخیص ہوا اور مختصر علالت کے بعد تیرہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

بچپن سے ہی باجماعت نماز کا پابند، اپنے سے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنے والا بہت نیک اور فرمانبردار بچہ تھا۔ مدرسۃ الحفظ گھانا سے چھ پارے حفظ کرنے کی بھی توفیق پائی۔ ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں عزیزہ عدیلہ اور عزیزہ شکیلہ شامل ہیں۔ دونوں بچیاں واقفہ نو ہیں۔ ان کے والد مرزا خلیل بیگ انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ گھانا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ جامعہ کے ایک اَور استاد نصیر اللہ صاحب گھانا سے لکھتے ہیں کہ عقیل احمد بہت ہی پیاری اور ہر دلعزیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ بہت ہی معصوم اور فرمانبردار بچہ تھا۔ نماز باجماعت کا عادی اور قرآن کریم سے بے انتہا لگاؤ تھا۔ اپنی روٹین کی پڑھائی کے علاوہ گذشتہ سالوں سے قرآن کریم بھی حفظ کر رہا تھا اور روزانہ نماز مغرب کے بعد کھانا کھا کر مسجد چلا جاتا اور اپنا سبق دہراتا رہتا تھا اور سکول کا کام کرنے کے بعد ہمیشہ قرآن شریف کا کچھ حصہ حفظ کر کے پھر سویا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ مَیں بڑا ہو کے مربی سلسلہ بن کر جماعت کی خدمت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بھی درجات بلند فرمائے۔ ماں باپ اور بہنوں کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل یہاں جنازے حاضر تو آتے نہیں۔ بہت سارے لوگ جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے جنازے نہ جمعے پر پڑھائے جا سکتے ہیں کیونکہ ان کے لیے وقت چاہیے۔ صرف نام ہی پڑھنے شروع ہوں تو کافی وقت لگ جاتا ہے اس لیے عمومی طور پر چند لوگوں کے تو مَیں جنازے پڑھا دیتا ہوں۔ باقیوں کی درخواستیں آ جاتی ہیں لیکن ان کو مَیں اسی طرح بغیر نام بولے ہی بتا دوں کہ جو بھی جنازے یہاں پڑھاتا ہوں ان میں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور جن لوگوں نے درخواستیں دی ہوئی ہیں کہ جنازے پڑھائے جائیں، اللہ تعالیٰ ان کو، لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بہر حال جمعے کے بعد یہ تمام جنازہ غائب مَیں پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

از صفحہ 2

اس کی تفصیلات اس وقت بیان نہیں کروں گا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہی بات بیان فرمائی ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہوا۔ (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 60حاشیہ)

اور ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ ہوسکتا ہے یہ کسی قسم کے گرہن کی صورت ہو۔ (مأخوذ از نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 506) جو دوسروں کو بھی نظر آئی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہدی کے لئے جو پیشگوئی فرمائی کہ فلاں مہینے میں اور فلاں دن میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا۔ (سنن الدارقطنی کتاب العیدین باب صفة صلوة الخسوف والکسوف وھیئتھما نمبر١٧٧٧مطبوعة دارالکتب العلمیة بیروت ٢٠٠٣ء)

یہ بھی افلاک کی، کائنات کی جو چیزیں ہیں ان کو تابع کرنے والی بات ہے۔ اور اُس زمانہ میں جب یہ گرہن لگا تو اُس زمانہ کے اخبارات بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ واقعہ ہوا۔

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

پاکستان میں میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس

پھر اپنے ایک خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء میں فرماتے ہیں:۔

گزشتہ سے پچھلے جمعہ بارہ ربیع الاول تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حوالے سے مَیں نے بتایا تھا کہ پاکستان میں میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس منعقد ہو رہے ہیں۔ جن میں خاص طور پر پاکستان میں سابقہ تجربہ کی بنا پر میں نے کہا تھا کہ یہ قوی امکان ہے کہ سیرت اور عشقِ رسول کا کم ذکر ہو اور خاص طور پر ربوہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کے خلاف مغلّظات اور دریدہ دہنی کا زیادہ اظہار ہوگا۔ چنانچہ جو رپورٹس آئیں، وہی کچھ ہوا۔ جلسے کئے گئے، ربوہ کی گلیوں میں جلوس نکالے گئے اور مغلّظات بکی گئیں۔ اُن کو سب کچھ کہنے کی آزادی ہے۔ احمدیوں کو اللہ اور رسول کا نام لینے کی بھی آزادی نہیں۔ بہر حال یہ علماءِ سُوء کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قوم پر بھی رحم فرمائے کہ ان نام نہاد علماء کے چنگل سے آزاد ہوں۔ یہ گالیاں بکنا تو ان نام نہاد علماء کا کام ہے، یہ بکتے رہیں گے۔ اور یہ بات کہ یہ گالیاں بکیں یا روکیں ڈالیں، جماعت کی ترقی میں یہ روکیں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتیں بلکہ ہر مخالفت جماعت کی ترقی کے قدم پہلے سے آگے بڑھاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ربیع الاول کا چاند دیکھ کر فرمایا

’’ہر مہینہ اپنے اندر خیر اور شر کے لوازم رکھتا ہے اس لئے دعا کرنی چاہئے‘‘

(ملفوظات جلد 3 ص 323)

یتیم کی کفالت ایک اہم فرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت سے خدمت خلق کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا تھا۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ یتامیٰ کی پرورش اور خبر گیری کیلئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یتامیٰ کے کھانے کیلئے ہوسٹل میں آٹا ختم ہوگیا۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے توفوری طور پر باوجود شدید علالت کے تانگہ منگوایا اور مخیّر دوستوں کو تحریک کر کے آٹا کا بندوبست کیا۔

اس کے بعد خلفاء احمدیت کی ہدایات اور راہنمائی میں یہ نظام چلتا رہا حتیٰ کہ مارچ 1989ء میں صدسالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے باقاعدہ طور پر کفالت یکصد یتامیٰ کے نام سے اس تحریک کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ اس مبارک اور تاریخی موقع پر شکرانہ کے طور پر جماعت احمدیہ ایک سو یتامیٰ کی کفالت کا ذمہ اٹھانے کا عہد کرتی ہے۔

تمام احباب جماعت سے عموماً اور مخیّر حضرات مخلصین سے خصوصاً التماس ہے کہ اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر شرکت فرما کر ممنون فرمائیں اور ہمارے پیارے آقاؐ کی اس پیاری حدیث کے مصداق بنیں۔جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی بہترین توفیق دے۔ آمین

آج کی دعا

اَتَقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ الَّذِیۡ یُرَبِّیۡکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ

(تذکرہ صفحہ 575)

ترجمہ: کیا تو خدا کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے۔وہ خدا جو رحموں میں تمہاری پرورش کرتا ہے۔

حضرت مسیحِ موعودؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ الہام کئے گئے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

آج رات (7نومبر 1906ء) لنگرخانہ کے اخراجات کی نسبت میں قریباً 12 بجے رات کے اپنے گھر کے لوگوں سے بات کر رہا تھا کہ اب خرچ ماہواری لنگرخانہ کا پندرہ سو سے بھی بڑھ گیا ہے۔کیا قرضہ لے لیں؟ پھر خیال آیا کہ قرضہ لینے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ دو ہزار روپیہ بھی لے لیں تو ایک ماہ میں خرچ ہوجائیں گے۔اس کے بعد میں سو گیا۔صبح نماز کے بعد (مندرجہ بالا) الہام ہوا۔

(بدر جلد 2۔نمبر 45مؤرخہ 8نومبر 1906)

جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی رحمت سے مایوس نہ ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے آپؑ کے سارے کام خود سنوارے۔قادیان سے شروع ہونے والا لنگرخانہ اب دنیا میں مختلف ممالک میں قائم ہے۔یہ خدائی جماعت کی صداقت کا عظیم الشان ثبوت ہے کہ نہیں؟

حضرت مسیحِ موعودؑ نے مندرجہ ذیل شعر میں توکل علی اللہ کا پورا مضمون بیان فرمادیا ہے:

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

19 اکتوبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:01	17:53
مدینہ منورہ	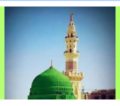	05:03	17:51
قادیان		05:13	17:52
ربوہ		04:53	17:31
اسلام آباد ٹلفورڈ	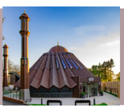	06:04	18:01